آئی ٹی کارنر

نئی منزل

تحریر : ڈاکٹر سائرہ بانو

جنرل سیکریٹری کوآرڈی نیشن گروپ

تالیوں کی گونج میں مہمان خصوصی نے اپنے قدم ڈائس کی طرف بڑھائی۔ان کے انداز میں بڑی شائستگی اور چال میں بڑا وقار تھا۔ان کے ہونٹوں پر بڑی دلکش اور دل آویز مسکراہٹ سجی ہوئی تھی۔ذہانت سے پر دو آنکھیں ہال میں بیٹھے مہمانوں کا جائزہ لے رہی تھیں جن میں سے بیشتر مہمان بچے تھی۔اسکول کے بچی...وہ سب اپنے والدین اور اساتذہ کے ساتھ بیٹھے اس عظیم شخصت کو اپنے سامنے دیکہ کر سحر زدہ سے ہوگئے تھے جس نے ان کے پیلے اور سرکاری اسکول کو نہ صرف کمپیوٹر لیب کا تحفہ دیا تھا بلکہ اس اسکول کی ازسرنو تعمیر اور تزئین و آرائش کے لیے بھی اپنا دل کھول کردیاسمندر کے دور افتادہ جزیرے پر موجود یہ اسکول ہر طرح کی سرکاری سرپرستی سے عاری تھا اور اس پر مخیر حضرات بھی توجہ نہیں دے پارہے تھے مگر آج کی تقریب میں آنے والے اس مہمان خصوصی نے اس سمندری جزیرے پر خوشیوں کے رنگ بکھیر دیئے تھے یہاں بھی علم،تعلیم اور آگہی کا انقلاب آنے والا تھا۔

پیارے بچو اور حاضرین گرامی...کمپئر کی آواز ہال میں گونجی ٠٠٠٠٠آ ج ہمارے درمیان ملک کی وہ عظیم ’’ شخصیت موجود ہے جن کی بدولت ملک میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کا انقلاب آیا۔ان کا تعلق اُس میمن برادری سے ہے جس نے تحریک پاکستان کے موقع پر قائداعظم کا بھرپور انداز سے ساتھ دیا تھا اور بعد میں اس ملک کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لیے اپنی آبائی سرزمین جائیداد جمے جمائے کاروبار سب کچھ چھوڑ دیا تھا...‘‘ کمپئر کی آواز ہال میں گونجتی رہی...وہ تقریب کے مہمان خصوصی کاحاضرین سے تعارُف کراتا رہا اور ان کی آئی ٹی کے شعبے کی خدمات بیان کرتا رہا۔ اُس نے یہ بھی بتایا کہ انہوں نے اس پیلے اسکول میں اپنی ذاتی جیب سے پوری کمپیوٹر لیب قائم کی ہی۔

ہال میں بیٹھے ہوئے بچوں میں قاسو بھی موجود تھا۔قاسو ایک مچھیرے کا بیٹا تھا۔اس کے باپ کا نام بخشل تھا۔بخشل ’’ گہرے سمندر میں جال ڈال کر مچھلی پکڑتا تھا۔اس کی ساری زندگی اسی کام میں گزری تھی اس نے خشکی پر کم وقت گزارا تھا اور سمندر میں زیادہ...قاسو کی ماں یعنی بخشل کیبیوی اس کی پیدائش کے وقت ہی مرگئی تھی۔اس کے بعد بخشل نے دوسری شادی نہیں کی اور قاسوکو ماں بن کر پالا۔اس کا خیال تھا کہ اگر اس نے دوسری شادی کی تو سوتیلی ماں اس کے بیٹے پر بہت ظلم ڈھائے گی۔بس اس نے اپنے بیٹے کی خاطر ہی دوسری شادی نہیں کی تھی۔قاسو بھی اس حقیقت سے خوب اچھی طرح واقف تھا اسی لیے باپ بیٹے کے درمیان محبت کا ایک اٹوٹ رشتہ قائم تھا۔شاید اسی لیے بخشل نے اپنے واحد بیٹے کو اسکول میں داخل کرایا تھا۔وہ اسے پڑھا لکھا کر بڑا آدمی بنانا چاہتا تھا وہ اسے کوئی مچھیرا بنانا نہیں چاہتا تھا بلکہ اسے ایک نئی منزل پر دیکھنا چاہتا تھا۔

جب بخشل کو یہ پتا چلا کہ اس کے بیٹے قاسوکے اسکول میں کمپیوٹر لگایا جارہا ہے تو اسے بہت خوشی ہوئی اس ’’ نیفش ہاربر پر برآمد کی جانے والی مچھلی کے اسٹور روم میں کمپیوٹر دیکھا تھا جس کے ذریعے آنے اور جانے والی مچھلی کی مقدار اقسام اور قیمتوں کا اندراج بھی ہوتا تھا اور اس کے اسٹاف کی حاضری وغیرہ کے بارے میں بھی سنا تھا۔اسے کمپیوٹر بہت اچھا لگا تھا اس کا کام بھی اسے بہت پسند آیا تھا۔اس کا جی چاہتا تھا کہ اس کا بیٹا قاسو بھی کمپیوٹر کی تعلیم حاصل کری۔پھر اسے پتا چلاکہ اس شہر کا ایک بہت بڑا آدمی اس کے بیٹے کے اسکول میں مفت کمپیوٹر لگاکر دے رہا ہے تو وہ بہت خوش ہوا۔پھر جب اسکول والوں نے کمپیوٹر لیب کے افتتاح کی تقریب میں بچوں کے والدین کو بھی بلایا تو بخشل خاص طور سے وقت نکال کر اس تقریب میں گیا۔مہمان خصوصی نے اپنی تقریر میں اپنے قائم کردہ ادارے کے بارے میں بتایا تو کچھ بات بخشل کی سمجھ میں آئی اور کچھ اس کے سر پر سے گزر گئی۔مگر جب بخشل کو یہ پتا چلا کہ اس بہت بڑے آدمی نے جیل میں قیدی عورتوں اور مردوں کو بھی کمپیوٹر کی تعلیم دلانے کا پروگرام بنا رکھا ہے اور پر عمل بھی کررہا ہے تو وہ بہت خوش ہوا۔باپ بیٹے دونوں ہی بڑے صاحب کی باتیں سن کر اور ان کے خیالات جان کر بہت متاثر ہوئے حالانکہ ان کی بہت سی باتیں ان دونوں کی سمجھ میں نہیں آئی تھیں۔قاسو کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ ان صاحب سے جاکر ملے اور اپنے ذہن میں ابھرنے والے سوالات پوچھے مگر وہ ان سے کچھ نہ پوچھ سکا۔مہمان خصوصی دیگر مہمانوں،اخباری رپورٹرز اور فوٹوگرافرز کے درمیان گھرے کھڑے تھی۔کمپیوٹر لیب کا افتتاح ہوچکا تھا۔لیب میں‌بڑے صاحب نے دس کمپیوٹر لگائے تھی۔ہر کمپیوٹر پر ایک بچہ بیٹھا

تھا اور بڑے صاحب کے ساتھ آنے والے ماہرین بچوں کو اور ساتھ کھڑے دوسرے بچوں کو بتارہے تھے کہ کمپیوٹر کس طرح کام کرتا ہے اور اس میں کہاں کہاں مشکلات پیش آسکتی ہیں۔بیچ بیچ میں بڑے صاحب بھی بول رہے تھی۔بچے بڑی دلچسپی سے ان سے سوالات کررہے تھی۔بخشل سوچ رہا تھا کہ کہیں بڑے صاحب کو بچوں کی کوئی بات بری نہ لگ جائے یا وہ ان کے زیادہ سوالات سے اکتا نہ جائیں مگر ایسا نہیں ہوا۔کالیا صاحب بڑی شفقت سے ان سوالوں کو سن بھی رہے تھے اور ان کے تسلی بخش جواب بھی دے رہے تھے ان کے بولنے کا اندازہ بہت اچھا تھا۔ان کی آواز میں بلا کی نرمی اور لوچ تھا قاسوکا جی چاہ رہا تھا کہ وہ بولتے رہیں اور وہ سنتا رہا۔

آخر قاسو کو بھی بڑے صاحب کے قریب پہنچنے کا موقع مل گیا۔اس نے ڈرتے ڈرتے کہا :''انکل...السلام علیکم...وہ ... میں...میں'' اس کی آواز میں بوکھلاہٹ تھی۔''ہاں بیٹا! بولو کیا بات ہی؟'' بڑے صاحب نے کہا پھر اس کے جواب دینے سے پہلے دوسرا سوال کر ڈالا'' یہ بتائو کہ تمھارا نام کیا ہی۔'' ان کی آواز میں بڑی نرمی اور مٹھاس تھی۔''میرا نام قاسو ہے اور ''میرے بابا کا نام بخشل ہی...ماں نہیں ہی...میرے بابا مچھیرے ہیں۔

قاسو بولتا چلاگیا اور بڑے صاحب اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے رہی۔انھیں یہ بچہ بہت اچھا لگا تھا جس نے مختصر لفظوں میں اپنا تعارف کرا دیا تھا۔

خوب! تو تمہارے بابا وہ بہادر آدمی ہیں جو سمندر اور خشکی دونوں پر راج کرتے ہیں۔''بڑے صاحب نے شفقت آمیز '' ''لہجے میں کہا '' مجھے ان سے ملوائو۔

''قاسو نے جلدی سے اپنے بابا بخشل کو آگے بلایا اور کہا ''انکل...یہ میرے بابا ہیں۔

٨

بڑے صاحب نے بڑے جوش سے بخشل سے ہاتھ ملایا اور اس سے ماہی گیری کے متعلق تفصیلی بات کی۔''بخشل! میں تمھارا انٹرویو کروں گا اور اسے کمپیوٹر پر دوں گا تاکہ ساری دنیا ماہی گیری کے متعلق جان سکے اور عام لوگوں کو بھی مچھیروں کی دشواریوں کا علم ہو...مچھلی کی برآمدات میں حائل رکاوٹوں کے بارے میں بھی میں ایک آرٹیکل تیار کرا رہا ہوں۔وہ بھی تمہارے انٹرویو کے ساتھ ہی میری ویب سائٹ پر دیا جائے گا...'' وہ نہ جانے کیا کیا بولتے رہے بخشل کی سمجھ میں کچھ آرہا تھا اور کچھ نہیں مگر قاسو نے مہمان خصوصی کی تمام باتیں سمجھ لی تھیں۔ بڑے صاحب نے اس کے بابا سے جتنی توجہ اور محبت سے بات کی تھی اس پر اس کا سر اپنی کلاس اور اسکول کے بچوں کے درمیان فخر اور خوشی سے بلند ہوگیا تھا۔اس نے ارادہ کرلیا تھا کہ وہ انکل سے ملنے ان کے دفتر ضرور جائے گا ان سے آگے کی تعلیم کے سلسلے میں مشورہ لے گا اور کیریئر گائیڈنس بھی حاصل کرے گا۔عصر حاضر کی اس اہم ٹیکنالوجی کے بارے میں بڑے صاحب نے جو کچھ بتایا تھا اس کے بعد قاسو نے عہد کرلیا تھا کہ وہ اکیسویں صدی میں گونگا بن کر نہیں رہے گا اور اکیسویں صدی کی اس زبان کو ضرور سیکھے گا تاکہ آنے والے وقت میں وہ بھی دوسری برادریوں اور قوموں کے ساتھ چل سکے اور دنیا میں اپنا مقام بناسکی۔بڑے صاحب نے آج اسے ایک نئی منزل کا پتا دیا تھا اور ایک نئے جہاں کی سیر کرادی تھی جس میں خوشیاں ہی خوشیاں تھیں خوشحالی تھی....اور ترقی تھی،وہ اس نئی منزل کی طرف جانے کا عہد کرچکا تھا جس تک پہنچے بغیر اب کوئی چارہ نہیں رہا تھا۔

*****